مولانا سعید الرحمٰن علوی

نقطۂ نظر

وطن عزیز کے چوالیس سال
اصلاح احوال کیوں کر ممکن ہے؟

زیر نظر مضمون مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی کا بے لاگ تجزیہ ہے۔ قارئین کو اس کے بعض حصوں سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں پیش کئے گئے حقائق و شواہد اپنی جگہ مسلمہ ہیں جن سے انکار بھی ممکن نہیں۔ تاہم "نقطۂ نظر" کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین سے اتفاق و اختلاف کا حق قارئین محفوظ رکھتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۴ اگست کو ملک بھر میں پینتالیسواں جشنِ آزادی منایا گیا۔۔۔ وہی ۱۴ اگست جب دنیا کے نقشے پر پاکستان نام کی ایک نئی مملکت وجود میں آئی، گویا اس ۱۴ اگست کو اس مملکت کی عمر ۴۴ سال ہو گئی ہے۔ ان چوالیس سالوں میں کیا ہوا کیا نہیں ہوا؟ اس داستان کو دہرانے کا فائدہ نہیں، مختصراً

- وہ دو قومی نظریہ جو اس مملکت کی بنیاد تھا۔ بانی پاکستان کی پارلیمنٹ کی پہلی تقریر نے اس کی نفی کر دی۔
- اسلام جو اس مملکت کی اساس و بنیاد تھا اس کے عملی نفاذ کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش نہ ہوئی، اس کا راستہ روکنے کی کوششیں البتہ ہوئیں اور نفاذ کی ہر کوشش بے دلی سے ہوئی، دنیوی اغراض اور مجبوریوں کے سبب، ابتدائی دور میں اس کی مثال "قرار دادِ مقاصد" ہے تو اب "شریعت بل"
- اردو زبان جس کا تحریک پاکستان کے دوران بڑا چرچا تھا اس کا جنازہ مرحوم مشرقی پاکستان سے تو نکلا ہی تھا یہاں بھی اس کو اس کا جائز مقام نہ مل سکا۔
- پارلیمانی جمہوری نظام یا تو آ نہ سکا آیا تو چل نہ سکا۔
- ابتداء سے ہی بیورو کریٹ اور فوجی طالع آزما اس ملک کے مقدر سے کھیلتے رہے۔
- فوجی طالع آزماؤں کے اعمال میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۷ء کے جزوی مارشل لاء ہیں تو ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۷ء کے مکمل مارشل لاء، جن کی مجموعی مدت بیس برس سے زائد ہے۔
- بیورو کریٹ کے کارناموں میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو کچلنا، ۱۹۵۴ء میں دستور یہ کو توڑنا اور اب ۱۹۹۰ء میں منتخب اسمبلی کو توڑنے جیسے دسیوں اقدامات ہیں۔
- اس دوران تین مرتبہ پاک بھارت جنگ ہوئی، بھارت کی مخصوص پالیسی اپنی جگہ، لیکن ہمارے ذمہ دار بھی اچھی روایت قائم نہ کر سکے۔

۱۹۴۸ء کی جنگ کے دوران رضا کاروں کے نام پر قبائلی بھیج کر ہم نے لوٹ مار کی روایت قائم کی تو ہمارے برطانوی فوجی سربراہ نے بانی پاکستان گورنر جنرل کا حکم نہ مان کر ہمارے غبارے سے ہوا نکال دی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ سے لالوں نے وہ حاصل نہ کیا جو تاشقند میں حاصل کر لیا۔

۱۹۷۱ء میں ہماری حماقتیں عروج پر تھیں ملک دولخت ہو گیا۔

اس خوفناک المیہ نے ہمارے اندر کیا انقلاب پیدا کیا؟ کیا تبدیلی ہوئی؟ ہم اچھے مسلمان بن گئے، پاکستانی سوچ ہم پر غالب آ گئی، مفاد پرستی، لوٹ کھسوٹ، رشوت و سفارش ختم ہو گئی؟ افسوس ہر سوال کا جواب نفی میں ہے۔

ہم دھوکہ، فریب اور فراڈ میں البتہ خود کفیل ہو گئے، کرایہ کے سپاہیوں کا کردار ادا کرتے ہوئے ہم نے ملک سے باہر بھی مسلمانوں اور انسانوں کی ہلاکت کا سامان کیا جس کی بد ترین مثال اردن کی سرزمین پر کھیلا جانے والا وہ کھیل ہے جس کے چیف جنرل ضیاء الحق تھے تو ان کے ساتھ خاقان عباسی سے امیر گلستان جنجوعہ تک بہت سے لوگ تھے۔ بیس ہزار فلسطینیوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا گیا اور اس کے صلہ میں ان لوگوں کو بڑی مراعات حاصل ہوئیں۔

اب حالت یہ ہے کہ

O خارجی حوالہ سے کسی پڑوسی ملک سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں نہ روس سے نہ ہندوستان سے نہ افغانستان سے اور مسئلہ افغانستان کے حوالہ سے ایران سے بھی اچانک ٹھننے والی ہے، خبریں شروع ہو چکی ہیں، رہ گیا چین تو اس کی دوستی کا چرچا بہت ہے لیکن ۱۹۷۱ء کی جنگ میں اس نے کیا جواب دیا اور اب اس کے انجنئیر اغواء ہونے کا انجام کیا ہو گا؟

مشرق وسطیٰ کے اکثر ممالک سے ہمارے تعلقات میں کبھی گرم جوشی نہیں رہی، سعودیہ، کویت اور امارات جیسے ممالک کے اعلیٰ حلقوں میں ہمارا تعارف بھک منگی قوم کا ہے، اس حقیقت کا ثبوت کوئی بھی غیر جانبدار شخص وہاں آزادانہ گھوم پھر کر حاصل کر سکتا ہے۔

مشرق بعید کے مسلم ممالک سے تعلقات واجبی ہیں تو افریقہ کے مسلم ممالک کا ہماری سیاسی و خارجی ڈائریکٹری میں ذکر نہیں۔

تیسری دنیا کے ممالک کے معاملہ میں بھٹو کے کردار کا انجام دیکھ کر اب کوئی نام ہی نہیں لیتا۔

امریکہ کل بھی ان داتا تھا آج بھی ان داتا ہے، وہ کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہم نے کشکول توڑ دیا لیکن اس کے حکم سارے چل رہے ہیں جن کے نتیجہ میں ہر چیز کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ پالیسیاں تبدیل ہو رہی ہیں اور چند دن قبل لاہور چیمبر میں مسٹر اوکلے کی تقریر نے تو انتہا کر دی ہے۔

داخلی حوالہ سے نہ سیاسی استحکام ہے نہ معاشی، فرقہ واریت عروج پر ہے تو لسانی اور علاقائی گروہ اس حد تک منظم ہیں کہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم ہر وقت ان گروہوں کے قائدین کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ آج اگر یہاں کوئی طبقہ منظم ہے تو محض ڈاکوؤں کا، جنہوں نے انتظامیہ کو چیلنج دیا، پیر پگارا کے حروں کو چیلنج دیا اور حکومت کو رسوا کر دیا۔

انہوں نے سویڈش انجنئیر کو قتل کیا، جاپانی طلبہ اغواء کئے اور اب چینی انجنئیر ان کے قبضہ میں ہیں، جس

صوبہ میں یہ کام سب سے بڑھ کر ہو رہے ہیں وہاں کا وزیر اعلیٰ اسلام آباد کے اشارہ پر ہر دوسرے دن ہر جرم میں پی پی پی کی شرکت کا ذکر کر کے اسلام آباد والوں کی نفسیاتی بیماری کا علاج کر دیتا ہے اور بس۔ ڈاکوؤں کا علاج نہ اسلام آباد والوں کے پاس ہے نہ عصرِ رواں کے "میرصادق" کے پاس۔

پنجاب کا معاملہ داخلی حوالہ سے اچھا نہیں جرائم کثرت سے ہو رہے ہیں اور درویش وزیر اعلیٰ ہفتہ کے دو دن لازماً میاں چنوں گزار کر اپنے قصبہ کو پیرس بنانے کی فکر میں ہیں اب تو انہوں نے چار دن تک ساری حکومت کو میاں چنوں رکھا یا کی کھلوائی۔ مشاعرے کرائے، امریکہ سے ہندوستان تک شاعر منگوائے اور اپنی درویشی کا مظاہرہ کیا۔

اسلام آباد سے لاہور کراچی تک وزراء کی گاڑیوں اور ایسے معاملات کا خوب خوب چرچا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کمی کسی چیز کی نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ گزارہ کرنسی نوٹوں سے ہو رہا ہے محفوظ ذخائر سے نہیں، مہنگائی عروج پر ہے، امریکہ سے جاپان تک سب بگڑے ہوئے ہیں اور ہمارا سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق امریکہ میں چلا رہا ہے تو سرتاج عزیز یہاں معاشی عدم استحکام کی بات کر رہا ہے۔

مرکزی اور صوبائی حکومت کا حلیف ولی خان لاکھوں افغان پناہ گزینوں سے جنگ کی باتیں کر رہا ہے تو کل کا حلیف اکبر بگٹی اپنی موچھوں کو تاؤ دے رہا ہے اور پیر الطاف روزانہ کوسنے دے رہے ہیں۔

اسلام کے حوالہ سے قرار دادِ مقاصد سے موجودہ شریعت بل تک ایک دھوکہ ہے، فریب ہے، اسلام کے نام پر منافقت ہے، اسلام نازل کرنے والے رب قہار و جبار کے غضب کو دعوت دینے کی سبیل ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کی سنجیدہ کوشش اس وقت کی حکومت اور اپوزیشن ہر دو نے غارت کر دی ورنہ آج بیس سال بعد حالات کا رخ اور ہوتا۔

۱۹۷۷ء میں آئین کی حفاظت کا حلف توڑ کر ضیاء الحق نے شب خون مارا تو اپنا تعارف اسلام کے سپاہی کے حوالہ سے کرایا، سادہ لوح قوم نے اس کا اس طرح خیر مقدم کیا کہ ملک سے گھی، سوجی اور چینی کا سٹاک ختم ہو گیا۔ لیکن اقبال کے اس مردِ مومن اور اسلام کے سپاہی نے ایک وعدہ ایفا نہ کیا،

- ۹۰ دن میں انتخابات کا ایک مرتبہ اعلان کیا، پھر دوسری مرتبہ تاریخ دی، انتخابات کرائے تو غیر جماعتی، جن کے نتیجہ میں کرپشن انتہاء کو پہنچ گئی لسانی اور علاقائی قوتیں ابھر آئیں۔
- اس نے شریعت بل پیش کرا کر دوسری قوتوں کو اس کا راستہ روکنے کے لئے کھڑا کر دیا، غلام اسحٰق، جونیجو، اقبال، پیر پگاڑا اور وسیم سجاد کی ساری گیم انہی کی تھی جبکہ فقہ حنفی اور فقہ جعفری کی لڑائی بھی انہی کے زرخیز ذہن کی پیداوار تھی۔
- زکواۃ آرڈیننس کے ذریعہ اہل دولت کو دین و عقیدہ سے انحراف کا راستہ دکھلایا تو اہل دین کو بری طرح کرپشن میں ملوث کر دیا۔
- یہ صرف حدود اور ایسے قوانین و آرڈیننسوں کے ذریعہ اسلام جیسے دینِ رحمت کو تعزیر و سزا کے دین کے طور پر متعارف کرایا۔
- اسلامی نظریاتی کونسل کے بے پناہ کام کو نظر انداز اور بائی پاس کر کے اور صحیح دستوری طریقہ نظر انداز کر

کے شرعی کورٹس کا رواج پیدا کیا، اس سے بعض لوگوں کی نوکری لگ گئی اور انتظامیہ کی رشوت کے ریٹ بڑھ گئے۔ **جبکہ ملک میں شرعی اور غیر شرعی دونوں قوانین کو ایک ساتھ چلایا گیا۔**

O لطف یہ کہ شرعی کورٹس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے کہ نہ وہ مالی معاملات سے متعلق مقدمات کی سماعت کر سکتے ہیں نہ معاشرتی و عائلی قوانین سے متعلق کوئی رائے دے سکتے ہیں۔

O **ضیاء مرحوم** کے بعد غلام اسحٰق نے مجبوراً انتخابات کرا کے بامر مجبوری بے نظیر کو اقتدار دے کر شروع سے ہی اس کے عدم استحکام کی کوششیں جاری رکھیں اسی کا شاخسانہ شریعت بل تھا جسے سینٹ میں بعجلت منظور کرا کر اسحٰق میاں نے مولانا سمیع الحق کا کیک کاٹا لیکن قومی اسمبلی میں منظوری سے قبل اس اسمبلی کا کریا کرم کر دیا۔

O پھر کمال درجہ بددیانتی سے ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دوسرے گروہ کو الیکشن جتوایا لیکن اب مولوی صاحبان کے شریعت بل کے بجائے ایک ایسا بل لایا گیا جس کی ایک شق کم از کم ایسی ہے جسے "کفر" کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا یعنی یہ کہ "قرآن و سنت سپریم لاء ہوں گے بشرطیکہ موجودہ سسٹم متاثر نہ ہو"

اس شریعت بل میں سودی نظام کو پھر غیر معینہ مدت کے لئے تحفظ دے دیا گیا۔

O عائلی قوانین کو تحفظ دے دیا گیا۔

حکمرانوں کو حسب سابق ہر قسم کے احتساب سے بالاتر قرار دیا گیا۔

حیرت ہے کہ مولانا عبدالستار نیازی کی سربراہی میں بننے والا شریعت محاذ یہ سب کچھ کیسے ہضم کر گیا؟ کیا محض اس لئے کہ نیازی، سمیع الحق اور قاضی حسین احمد آئی جے آئی کے نمائندے ہیں؟ اور آئی جے آئی کی حکومت سے انحراف ممکن نہیں۔

پھر سوال یہ ہے کہ ۲۱۷ کے ایوان زیریں میں جہاں پی ڈی اے کے "کافر" گنتی کے ہیں محض ۱۰۹ ووٹ کیوں آئے؟ باقی کہاں گئے، انہوں نے ووٹ کیوں نہیں دیئے۔

نیازی، قاضی اور سمیع الحق کے ساتھ ساتھ بہت سے ملا، پیر اور اس قماش کے لوگ ٹی وی پر اس طرح اچھل کود رہے ہیں جیسے خلافت راشدہ کا نظام قائم ہو گیا ہے۔

اس کا نظارا کرنا ہو تو سی این این اور پی ٹی این کے وہ پروگرام دیکھیں جنہیں "شیدے پنڈی وال" کی سرپرستی حاصل ہے اور مزید دیکھنا ہو تو نورجہاں پانے زئی سے بیگم عابدہ کے ننگے سر دیکھ لیں۔

اس بل سے عدالت، اوقاف، رویت ہلال اور مختلف کمیشنوں کے حوالہ سے بعض لوگوں کی نوکری پکی ہو گئی بعض کو اب مل جائے گی، اسلام اسی طرح منہ چھپائے ہماری منافقت کا ماتم کرتا رہے گا۔

صاحبو!

ضرورت اس بات کی ہے کہ

O سب سے ہم پہلے اپنے ایمان کی تجدید کریں، ہم سے مراد عوام نہیں، ہم سے مراد حکومت کے ارکان اور ایسے لوگ ہیں۔

O منافقت، دوغلہ پن اور بدعہدی کی سیاست و روایت کو خیرباد کہیں۔

O اسلام کے نام پر سیاسی و حکومتی دکان چمکانے کے بجائے اسلام کے اس عدل اجتماعی کی فکر کریں جس میں

نہ کوئی آقا ہو نہ غلام، مسجد کی صف میں ہی محمود و ایاز ایک صف میں نہ ہوں دسترخوان پر بھی ہوں۔ عدالت کے کٹہرے میں بھی ہوں۔

O اپنا تعلیم کا نظام درست کریں، قدیم و جدید کی تفریق ختم کریں اور ساتھ ہی ایچی سن اور ٹاٹ سکول کا فرق ختم کر کے ابتدائی سطح پر ایسا نظام تعلیم جاری و رائج کریں کہ پوری قوم کے بچے اس سے استفادہ کریں اور بڑے چھوٹے کی تمیز نہ ہو، ایک خاص سطح کی تعلیم سے کوئی محروم نہ ہو، گویا جبری تعلیم ہو۔

اس کے لئے مسجد سب سے صحیح جگہ ہے کہ یہاں عقائد کی اصلاح ہو گی، ذوق عبادت پیدا ہو گا اور تعلیم کی صحیح بنیاد پڑے گی۔ اس کے لئے مساجد کے جاہل عملہ سے استفادہ نہ کریں بلکہ جو اس قابل ہیں ان سے استفادہ کریں اور جو اس قابل نہیں ان کی جگہ جوہر قابل تلاش کر کے کام لیں۔

O ابتدائی تعلیم کے بعد بچوں کی ذہنی سطح کا لحاظ کر کے انہیں آگے بھیجیں اور ملکی ضروریات کا بھی لحاظ رکھیں، یوں ہر شعبہ منظم ہو جائے گا۔

O گریجویشن کی سطح تک عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دیں کہ اس طرح اگلی نسل دین اسلام کے حقیقی سر چشموں سے بہرہ ور ہو سکے گی۔

O انتخاب کے لئے ایسا ضابطہ بنائیں کہ کوئی رسہ گیر، چوروں اور ڈاکوؤں کا سرپرست، حرام خور اسمبلی میں نہ آسکے۔

O بیورو کریسی کے جملہ چھوٹے بڑے افراد کے لئے تربیتی کورسز کا مساجد میں انتظام کریں ان میں سے ہر شخص کی حاضری اس میں لازم ہو اس کورس کی کامیابی کے حوالہ سے ان کی ترقی ہو اور سالانہ رپورٹوں میں اس کا لحاظ رکھا جائے۔ ساتھ ہی نماز کی پابندی، قرآن سے واقفیت اور ذاتی زندگی میں پاکیزگی کو ان کی ترقی کا سبب بنایا جائے۔

O عدلیہ کے ارکان کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اسلامک لاء کے کورسز کا اہتمام کیا جائے اور جو اس میں ناکام ہو اسے گھر بٹھایا جائے۔

O سب سے بڑھ کر ضروری ہے کہ ملک میں جاگیرداری سسٹم اس طرح ختم کیا جائے جس طرح ہندوستان میں نہرو اور مصر میں جمال عبدالناصر نے ختم کیا۔

اس ملک کی زمینیں تمام تر خراجی ہیں افراد کا ان پر حق ہی نہیں سٹیٹ کا حق ہے سٹیٹ گزارہ یونٹ کے طور پر عوام کو دے پھر دیکھے کہ زرعی معاملات کا کیا بنتا ہے ہر طرف لہر بہر ہو جائے گی۔

O صنعتی پالیسی اس طرح ترتیب دی جائے کہ کم از کم پچاس فیصد حصص مزدوروں کے ہوں اور نظم و انتظام میں ان کا باقاعدہ حصہ ہو۔

O تعلیمی درس گاہوں سے پیشہ ور طلبہ کو نکال باہر کیا جائے یونین سسٹم ختم کر کے کونسلوں کا طریقہ کار استعمال کیا جائے جو طلبہ کے مسائل کے لئے رہنمائی کریں اور اساتذہ اور طلبہ کے درمیان مؤثر رابطے ہوں اس مقصد کیلئے کلاس کے لائق ترین طلبہ میرٹ کی بنیاد پر ممبر ہوں۔

○ مدارس دینی اور مساجد میں اجارہ داری سسٹم ختم کر کے ان کا نظم بھی دور فاروقی کے طرز پر حکومت خود سنبھالے کیونکہ مدارس کے اجارہ دار ظلم و سفاکی میں دیہات کے وڈیروں سے کم نہیں۔

○ ملک میں مروجہ خانقاہی سسٹم کا قلع قمع کیا جائے یہ مذہب کے نام پر استحصال کی بد ترین شکل ہے اس سے عقائد تباہ ہو رہے ہیں اور قوم کا بڑا حصہ شرک و بدعات کے اندھیروں میں ڈوب کر رہ گیا ہے اور شرک ناقابل معافی جرم ہے۔

اگر قوم کے مخلص افراد ان نکات پر سنجیدگی سے غور کریں اور ان کی روشنی میں اصلاح کا پروگرام وضع کریں تو انشاءاللہ جلد ہی اس قوم کی نیا پار ہو جائے گی ورنہ ہم آج ڈوبے یا کل۔

(بقیہ از ۴۲)

اہلِ ملک کی تقدیر کی بازی لگا دے ؟

میاں ارشد حسین مرحوم کی زبانی جنرل اختر ملک کے بارے میں یہ تنقیدی کلمات سُن کر مجھے مزید حیرت اس لیے ہوئی کہ میاں صاحب کو قادیانیوں کا ہمدرد سمجھا جاتا تھا، اور یہ تو عیاں ہے کہ ان کے بزرگوار میاں سر فضل حسین اور میاں افضل حسین کے قادیانی فرقے کے سربراہوں اور ان کے افرادِ خاندان سے نہایت گہرے روابط تھے۔ لوگ تو اس فیملی کو قادیانیوں کا غم خوار جانتے تھے خصوصاً سر ظفر اللہ سے جو قرب اِن بزرگوں کو تھا، وہ پنجاب کے اس دور کے سیاسی حلقوں سے قطعاً پوشیدہ نہ تھا۔ پھر حیرت ہے کہ میاں ارشد حسین صاحب پاکستان کی بدبختی اور نکبت کا بڑا سبب جہاں مسٹر بھٹو کو قرار دیں، وہیں جنرل اختر کو بھی مجرم مانیں اور جنرل اختر کے بارے میں یہ کہہ کر اظہارِ کرب کریں کہ انہوں نے اپنے مسیح موعود کا کوئی قول سچ کر دکھانے کے لیے بھٹو کا ساتھ دیا اور اس طرح پاکستان کو ایک ایسے جانکاہ حادثے سے دوچار کر دیا جس کے اثراتِ بد تا حال پاکستان کے آفاق پر منڈلا رہے ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا حضرت مرزا طاہر صاحب نے جن قادیانی جرنیلوں کی پاکستان کے باب میں خدمات کا ذکر کیا، ان میں جنرل اختر ملک، ان کے بھائی جنرل ملک عبدالعلی، جنرل مجوعہ اور جنرل حمزہ شامل تھے۔ جنرل حمزہ صاحب کا خط "نوائے وقت" میں جوابِ آں غزل کے طور پر چھپا جس میں انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ وہ خود یعنی حمزہ صاحب ہرگز قادیانی جماعت کے فرد نہیں، دوم انہوں نے قادیانی جرنیلوں کی کارکردگی پر اشارۃً کچھ روشنی ڈالی اور وہ روشنی ایسی تھی کہ اس کو ملاحظہ کر کے یقیناً حضرت مرزا طاہر صاحب کی دل شکنی ہوئی ہوگی۔

رہا مسٹر عزیز احمد سیکرٹری خارجہ کا معاملہ تو اُن کے بارے میں مرحوم میاں صاحب نے اتنا ہی بتایا کہ وہ ایوب خان کے بھی معتمد تھے اور بھٹو صاحب کے بھی۔ اب معلوم نہیں کہ آیا وہ بھٹو صاحب کی اُمنگ سے ہم آہنگ تھے یا وہ بھی قادیانی مسیح موعود کے کسی قول کو سچ کر دکھانے کے ضمن میں جنرل اختر ملک کے ہم سنگ تھے، یہ خدا ہی جانے، واللہ اعلم بالصواب

بہ شکریہ ہفت روزہ "زندگی" لاہور۔